رسائل و مسائل

مولانا رضی الاسلام ندوی

توکّل اور تدبیرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ”جب مرنے کا وقت لکھا ہوا ہے اور ٹل نہیں سکتا تو پھر ہمیں کورونا وائرس سے خوف زدہ ہو کر بے جا طور پر زندگی کے چلتے دھارے سے نکل کر یوں قیدیوں کی طرح بیٹھ نہیں جانا چاہیے، اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے“۔ دریافت کرنا ہے کہ اس طرزِ فکر پر دین اسلام کیا رہنمائی عطا فرماتا ہے؟

جواب: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا توکّل علی اللہ مثالی تھا، لیکن اس کے باوجود آپؐ ہر ممکن تدبیر اختیار کرتے تھے اور تمام دنیاوی اسباب اپناتے تھے۔ اپنے اس اسوۂ حسنہ سے آپؐ نے ہمیں سکھایا ہے کہ تدبیر اختیار کرنا توکّل کے منافی نہیں ہے۔

دشمنوں نے مکّہ میں رہنا دوبھر کر دیا تو آپؐ نے مدینہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ منصوبے کے مطابق ایک دن ٹھیک دوپہر میں نکلے جب لوگ عموماً گھروں میں رہتے تھے، تاکہ کسی کی آپ پر نظر نہ پڑے۔ مدینہ، مکّہ کے شمال میں تھا، لیکن آپؐ جنوب کی طرف روانہ ہوئے اور کچھ فاصلے پر واقع 'غار ثور' میں جا چھپے۔ وہاں تین دن مقیم رہے، تاکہ آپؐ کے دشمن شمال میں آپؐ کو تلاش کرتے کرتے تھک کر مایوس ہو جائیں، تب آپؐ اپنا سفر شروع کریں۔ ایک طرف آپؐ کی یہ تدبیریں تھیں۔

دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا توکّل تھا کہ جب دشمن آپؐ کو تلاش کرتے ہوئے غار کے دہانے پر پہنچ گئے اور ان کے قدموں کی آواز سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، تو آپؐ نے انھیں تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ۹ :۴۰) ”غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے“۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دشمنوں سے ہر جنگ کے موقعے پر آپؐ نے ممکن حد تک خوب تیاری کی، جتنے گھوڑے اونٹ دستیاب ہو سکتے تھے، فراہم کیے، تلوار، تیر اور دیگر اسلحے کا انتظام کیا، میدانِ جنگ کا باریکی سے جائزہ لے کر صفوں کو ترتیب دیا۔ پھر ان تمام تدبیروں سے فارغ ہونے کے بعد دعا کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیے۔ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ ہر بندۂ مومن کو سکھاتا ہے کہ اس کی زندگی میں توکّل اور تدبیر کے درمیان توازن ہونا چاہیے۔

کورونا (Covid 19) نامی مرض کا قہر پوری دنیا میں جاری ہے۔ تمام انسانی سرگرمیاں ٹھپ ہو کر رہ گئی ہیں۔ تمام لوگ خوف و دہشت میں مبتلا ہیں۔ اس موقعے پر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس مہلک بیماری سے تحفّظ کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کی جائے اور اس کے بعد امید رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت فرمائے گا۔ کورونا وائرس چھینک کے ذرّات کے ذریعے یا ہاتھ ملانے سے ایک شخص سے دوسرے تک پہنچتا اور اس کو متاثر کرتا ہے۔ اس لیے چھینکتے وقت رومال یا ٹشو پیپر کا استعمال کیا جائے، بھیڑ بھاڑ کی جگہوں پر جانے سے بچا جائے، آپس میں فاصلہ رکھا جائے، حتیٰ کہ ہاتھ ملانے سے گریز کیا جائے۔ یہ وائرس گندگی میں پنپتا ہے، اس لیے صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

اس صورت حال میں توکّل اور تدبیر دونوں ضروری ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تقدیر میں لکھ رکھا ہے، وہ تو ہو کر رہے گا، اگر اس بیماری میں مبتلا ہونا ہمارے مقدّر میں ہے تو تمام تدابیر اختیار کرنے کے باوجود اس سے نہیں بچا جا سکتا، اس لیے کسی طرح کے پرہیز اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہے''۔ یہ خیال، عقیدۂ تقدیر کی غلط تعبیر ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل جو رہا ہے، وہ چند مثالوں کے ساتھ اُوپر بیان کیا گیا ہے اور یہی طریقہ آپؐ نے اپنی امّت کو سکھایا ہے کہ تحفّظ کے تمام اسباب اختیار کیے جائیں اور تمام ممکن حفاظتی تدابیر پر عمل کیا جائے، پھر اللہ تعالیٰ پر توکّل کیا جائے۔

دفعِ وبا کے لیے اجتماعی نماز اور دعا

سوال: کیا آفات کے موقعے پر اجتماعی دعا اور نماز دعا پڑھی جا سکتی ہے؟ اسی طرح کیا وبائی امراض کو دفع کرنے کے لیے بھی اجتماعی نماز اور دعا کا اہتمام کیا جا سکتا ہے؟

جواب: غیر طبیعی حوادث اور قدرتی آفات کے موقعے پر اجتماعی نماز اور اجتماعی دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے۔ چنانچہ عہدِ نبوی میں ایک دفعہ سورج گرہن ہوا، تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور طویل نماز پڑھائی۔ اسے 'صلوٰۃ الکسوف' کہتے ہیں۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ جب کبھی تیز آندھی چلتی تو آپؐ فوراً نماز پڑھنے لگتے تھے۔

لیکن وبائی امراض کا معاملہ دوسرا ہے۔ اگر کوئی ایسا مرض پھیلا ہوا ہو جس کے نتیجے میں لوگوں کے جمع ہونے سے مرض مزید پھیلنے کا قوی امکان ہو، تو اس صورت میں انفرادی دعا، نماز، گریہ وزاری، الحاح وتضرّع کا اہتمام کرنا چاہیے، اور اس کے لیے اجتماعی صورتیں اختیار کرنے سے بچنا چاہیے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ [م: ۲فروری ۱۴۴۹ء] نے لکھا ہے کہ: ربیع الآخر ۸۳۳ھ میں قاہرہ میں وبا پھوٹ پڑی۔ اور اعلان کیا گیا کہ لوگ تین دن روزے رکھیں، پھر اجتماعی دعا کے لیے جمع ہوں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، لیکن اس کے بعد اموات کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ پہلے مرنے والوں کی تعداد ۴۰ سے کم تھی، لیکن اجتماعی نماز و دعا کے بعد بیماری اس شدت سے پھیلی کہ ہر روز ایک ہزار سے زائد لوگ مرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے صحت مند لوگ بھی وبا سے متاثر ہو گئے تھے۔

وبا کو دفع کرنے کے لیے اذان

سوال: کورونا وائرس کی تباہ کاری میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ بعض لوگوں نے اس بلا کو ٹالنے کے لیے اذان دینی شروع کر دی۔ پھر ایسے اعلانات سامنے آنے لگے ہیں کہ 'رات کو ۱۰ بجے سب لوگ مل کر اذان دیں'۔ وضاحت کیجیے کہ کسی وبائی مرض کو دفع کرنے کے لیے اذان دینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا تو آپؐ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور طویل نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے ان کے سامنے خطبہ دیا، جس میں بتایا کہ جب کبھی ایسی صورت حال پیش آئے تو آپ لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا:

فَادْعُوااللہَ وَکَبِّرُوا، وَصَلُّوا، وَتَصَدَّقُوا (بخاری : ۱۰۴۴) اللہ سے دعا کرو، اس کی کبریائی بیان کرو، نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

اس حدیث میں چار کاموں کی ہدایت کی گئی ہے۔ جب بھی کوئی غیر طبعی واقعہ پیش آئے، کوئی حادثہ ہو، آدمی کسی مصیبت کا شکار ہو، یا اجتماعی طور سے کوئی بلا عام ہو تو ان چار کاموں کا انفرادی اور اجتماعی طور پر اہتمام کرنا چاہیے۔ علامہ شرف الدین حسین طیبیؒ [م: ۱۱ جنوری ۱۳۴۳ء] نے مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: 'اس حدیث میں بلاؤور کرنے کے لیے ذکر، دعا، نماز اور صدقہ کا حکم دیا گیا ہے۔

اذان کی مشروعیت اصلاً نماز کے اعلان کے مقصد سے کی گئی ہے، البتہ بعض دیگر کاموں کے لیے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض احادیث میں نومولود کے کان میں اذان دینے کا ذکر ہے، آگ زنی کے وقت بھی اذان دینے کی بات کہی گئی ہے۔

اب یہ سوال کہ کیا وبا سے تحفظ کے لیے بھی اذان دی جا سکتی ہے؟ اس سلسلے میں علمائے متقدمین سے کوئی صراحت ہمارے مطالعے میں نہیں آئی۔ تاہم، معاصر علمائے کرام سے دونوں طرح کی رائیں منقول ہیں:۔

☆ مفتی محمد امجد علی اعظمیؒ [م: ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء] کی کتاب 'بہار شریعت' میں ہے: ''وبا کے زمانے میں اذان دینا مستحب ہے'' (بہار شریعت: ۱/۴۶۶، فتاویٰ رضویہ مخرّجہ: ۵/۳۷۰)

☆ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ [م: ۲فروری ۲۰۰۲ء] اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ [م: ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء] نے اس کی شرعی حیثیت کا انکار کیا ہے: ''وبا کے وقت اذان دینا شرعاً ثابت نہیں۔ اس کو سنت یا مستحب سمجھنا درست نہیں'' (احسن الفتاویٰ: ۱/۳۷۵، فتاویٰ رشیدیہ: ۱۵۲)

ہماری رائے میں ایسے مواقع پر صرف انھی کاموں پر اکتفا کرنا چاہیے، جو حدیث سے ثابت ہیں، اور دوسرے کاموں سے احتراز کرنا چاہیے۔ چنانچہ وبائی مرض سے تحفّظ کے لیے ذکر، دعا، نماز اور صدقہ کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، انفرادی یا اجتماعی طور پر اذان دینے کی ضرورت نہیں۔

غیر یقینی مدّتِ قیام اور نمازِ قصر

سوال: میں سسرال آیا ہوا تھا کہ 'کرونا لاک ڈاؤن' کا اعلان ہو گیا۔ اس طرح تمام ذرائع مواصلات ساکن اور موقوف ہو گئے ہیں۔ اب گھر واپس پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ۲۱ روز کے لاک ڈاؤن کے اعلان کی مدت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیا میرے لیے نمازِ قصر کی گنجایش ہے، یا اب مجھے پوری نماز پڑھنی ہوگی؟ براہ کرم رہنمائی کیجیے۔

جواب: شریعت میں مسافر کے لیے دو سہولتیں دی گئی ہیں: ایک یہ کہ وہ نماز قصر کر سکتا ہے، یعنی چار رکعت والی نماز کے بجائے دو رکعت پڑھے گا، اور دوسری یہ کہ وہ جمع بین الصلاتین کر سکتا ہے، یعنی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

کتنی مسافت پر اور کتنی مدت تک قیام کرنے پر شرعی طور سے آدمی مسافر بنتا ہے؟ اس سلسلے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ حنفی مسلک میں ایک طرف سے لگ بھگ ۴۸ میل (۷۸ کلومیٹر) کا سفر ہو تو آدمی 'مسافر ہو جاتا ہے، البتہ اگر اس نے کسی جگہ ۱۴ دن سے زیادہ قیام کی نیت کر لی ہو تو وہ 'مقیم قرار پائے گا۔ (جب کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک مسافر قرار پانے کے لیے مسافت ۲۳ کلومیٹر یا پرانے ۹ میل اور مقیم قرار پانے کے لیے مدت چار دن ہے۔ اور تردّد کی صورت میں مدت معین نہیں)۔

ایک آدمی نے حالتِ سفر میں کہیں ۱۴دن سے کم ٹھیرنے کی نیت کی تو وہ نماز قصر کرے گا۔ اب اگر وہ جس کام کے لیے رکا ہوا تھا وہ نہیں ہو پایا کہ جس کی بنا پر وہ بار بار چند دن مزید ٹھیرنے کا ارادہ بڑھاتا رہا، تو اسے چاہے زیادہ دن ٹھیرنا پڑ جائے، وہ قصر نماز ہی پڑھتا رہے گا۔

ایک آدمی نے کہیں پہنچ کر ۱۵دن ٹھیرنے کا ارادہ کرلیا تو وہ مقیم قرار پائے گا اور پوری نماز پڑھے گا، چاہے دو تین دن کے بعد ہی اس کا کام ہو جائے اور وہ اپنے وطن روانہ ہو جائے۔

شوہر کی امامت میں بیوی کیسے نماز پڑھے؟

سوال: آج کل کورونا وائرس کی وجہ سے لاک ڈاؤن کی صورت میں تاکید کی جارہی ہے کہ "تمام لوگ اپنے اپنے گھر پر ہی رہیں اور وہیں پنج وقتہ نمازیں اہل خانہ کے ساتھ ادا کریں"۔ سوال یہ ہے کہ اس کی صورت کیا ہو؟

جواب: ایک حدیث سے اس سلسلے میں رہنمائی ملتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے گھر ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی گئی۔ آپؐ تشریف لے گئے۔ اس موقعے پر آپؐ نے گھر کے تمام افراد کو جمع کیا اور انھیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ یہ حدیث بیش تر کتبِ حدیث میں مروی ہے۔ اس موقعے پر گھر میں کتنے افراد تھے؟ ان کی تعداد روایات میں الگ الگ مذکور ہے:

۱۔انس، ان کا بھائی (نام مذکور نہیں) اور دادی (ملیکہ (

۲ ۔انس، ان کا بھائی اور ماں (ام سُلیم (

۳ ۔انس اور ایک عورت

۴ ۔انس، ان کی ماں اور خالہ (ام حرام (

۵ ۔انس، ان کا بھائی، ماں اور خالہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انس اور ان کے بھائی کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اور عورتوں کو ان کے پیچھے۔ جن روایات میں انس اور ایک عورت (ماں یا دادی) کا ذکر ہے، ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت کو پیچھے۔ (بخاری: ۳۸۰، ۷۲۷، ۸۶۰، ۸۷۱، ۸۷۴، مسلم: ۶۵۸، ۶۶۰، ابوداؤد: ۶۰۹، نسائی: ۸۰۲ وغیرہ (

اس سے فقہا نے یہ استنباط کیا ہے کہ: اگر کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو ___

☆اگر ایک لڑکا ہے تو اسے اپنے دائیں جانب اور اگر ایک سے زائد لڑکے ہیں تو انھیں اپنے پیچھے کھڑا کرے گا۔ ☆ایک عورت ہے یا کئی عورتیں ہیں تو وہ لڑکوں کے پیچھے کھڑی ہوں گی۔ لڑکیاں ہیں تو وہ بھی عورتوں کی صف میں شامل ہوں گی۔ ☆اگر صرف بیوی ہے تو شوہر امامت کرے گا اور بیوی اس کے پیچھے کھڑی ہوگی۔

آخری صورت پر بھی فقہا نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، جب کہ یہ استنباط قطعی نہیں ہے۔ کسی حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گھر میں نماز پڑھی ہو، کوئی ام المومنینؓ آپؐ کے ساتھ نماز میں شامل ہوئی ہوں اور انھیں آپؐ نے اپنے پیچھے کھڑا کیا ہو۔

البتہ فقہ حنفی سے اس سلسلے میں رہنمائی ملتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ ”اگر شوہر اور بیوی دونوں برابر کھڑے ہو کر جماعت سے نماز ادا کریں، اس طور پر کہ دونوں کے قدم محاذاۃ میں (یعنی ایک سیدھ میں) ہوں، تو دونوں کی نماز فاسد ہو گی۔ البتہ اگر بیوی کے قدم کچھ پیچھے ہوں اور وہ ذرا سا ہٹ کر کھڑی ہو تو ان کی نماز درست ہو گی۔ (حاشیہ ابن عابدین: ۲/۷۵۲)۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کے بیان کے مطابق اگر صرف شوہر اور بیوی جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں تو بھی بیوی پیچھے کھڑی ہو، البتہ فقہ حنفی کے مطابق وہ شوہر سے ایک دو قدم پیچھے تھوڑا ہٹ کر بھی کھڑی ہو سکتی ہے۔

اگر کورونا تحفظ میں ڈاڑھی حارج ہو!

سوال: کورونا وائرس کے علاج معالجے میں مصروف ڈاکٹروں اور دیگر طبی عملے کے لوگوں کے تحفظ کے لیے غیر معمولی اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ ان کا پورا جسم ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور وہ چہرے پر ماسک لگاتے ہیں۔ ڈاڑھی لمبی ہو تو اس پر ماسک ٹھیک سے نہیں بیٹھتا۔ دوسرے یہ کہ اس سے عملے کو یا پھر عملے کے ارکان سے مریض کو انفیکشن ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اس بنا پر ڈاڑھی والے ڈاکٹروں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ شیو کرا لیں۔ دینی جذبے سے ڈاڑھی رکھے ہوئے ڈاکٹر ان حالات میں کیا کرے؟ کیا وہ شیو کرا لے یا اس موقعے پر اپنی خدمات سے معذرت کر لے؟

جواب: داڑھی رکھنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ وہ لوگ قابلِ مبارک باد ہیں، جو ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ شریعت کے اوامر و نواہی عام حالات کے لیے ہیں۔ استثنائی حالات میں عارضی طور پر ان کے برعکس معاملہ کرنے کی بھی اجازت ہے۔ مثال کے طور پر ریشمی کپڑا پہننا مَردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے۔ (بخاری: ۵۸۳۷، مسلم: ۲۰۶۷)۔ لیکن علاج معالجے کے مقصد سے اس کا استعمال کسی مریض کے لیے جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو خارش کا مرض ہو گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ریشمی قمیص پہننے کی اجازت دے دی تھی (بخاری: ۲۹۱۹، مسلم: ۲۰۷۶)۔

اس لیے اگر واقعی داڑھی کورنا معالجین کے تحفظ اور جملہ احتیاطی تدابیر میں حارج ہو تو، اس بیماری پر ڈیوٹی دینے والے معالجین کے لیے بہ ضرورت داڑھی چھوٹی کروانی (قصر) اور اگر بہت ناگزیر ہو تو شیو کرانی (حلق) درست ہو گی، اور پھر ایسا غیر معمولی وقت گزرنے کے بعد وہ دوبارہ داڑھی رکھ لیں گے۔ بہر حال، ڈاکٹر کو اپنی ڈیوٹی تو دینا ہو گی۔

الکوحل آمیز ہینڈ سینیٹائزر کے استعمال کا حکم

سوال: کورونا وائرس کے اثرات سے بچنے کے لیے آج کل ہینڈ سینی ٹائزر (Hand Sanitizer) کا استعمال کثرت سے ہو رہا ہے۔ یہ چیز عام طور پر معلوم اور معروف ہے کہ ان میں سے اکثر سینی ٹائزر میں الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے، جب کہ الکوحل کا استعمال حرام ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وائرس کے اثرات سے بچنے کے لیے ہینڈ سینیٹائزر کو جسم پر خارجی طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: انگور اور کھجور وغیرہ سے بنی ہوئی شراب کو عربی زبان میں 'شرب الخمر' (wine) کہتے ہیں۔ اسے قرآن میں حرام کہا گیا ہے، اور وجہ حرمت اس کا نشہ آور ہونا ہے۔ حدیث میں بھی ہر نشہ آور چیز کو حرام کہا گیا ہے۔ اس بنا پر ایسی تمام نشہ آور چیزوں کا کھانا پینا فقہا نے حرام قرار دیا ہے۔

دواؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے متعدد ادویات میں الکوحل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ان میں چوں کہ اس کی بہت قلیل مقدار استعمال ہوتی ہے، اس لیے فقہا نے ایسی دواؤں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

خارجی استعمال کی بہت سی چیزوں میں الکوحل کی نسبتاً زیادہ مقدار شامل ہوتی ہے، مثلاً صفائی ستھرائی کا سامان (Cleaning Products)، رنگ و روغن کا سامان (Paints Varnises)، ہوا کی صفائی والے اسپرے (Air Freshners) وغیرہ۔ فقہا نے ایسی چیزوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔

کورونا میں مرنے والے کی تجہیز و تکفین کا حکم

سوال: ایک شخص کی موت کورونا وائرس سے متاثر ہونے کے نتیجے میں ہوئی۔ اس سلسلے میں اختلاف ہو گیا کہ اسے غسل دیا جائے یا نہیں؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سلسلے میں رہ نمائی چاہیے۔

جواب: جب کسی مسلمان کا انتقال ہو تو اس کا حق ہے کہ اس کی بستی میں رہنے والے دوسرے مسلمان اس کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیں، اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور شریعت کے مطابق قبرستان میں لے جا کر اسے دفن کریں۔

جس شخص کا انتقال کورونا وائرس سے متاثر ہونے کے نتیجے میں ہو، اس کی بھی تجہیز و تکفین و تدفین عام طریقے سے کی جائے گی، البتہ اس کے معاملے میں خصوصی اہتمام کیا جائے گا۔ ایسی میّت کے بدن پر وائرس بڑی مقدار میں ہوں گے۔ اسے اس طرح غسل دیا جائے کہ آلودہ پانی اِدھر اُدھر نہ پھیلے اور غسل دینے والے بھی بعد میں اچھی طرح غسل کر لیں۔ اسے کفن پہنانے میں بھی غیر معمولی احتیاط سے کام لیا جائے۔ ایسے مُردہ شخص کا حکم اُس شخص کی طرح ہوگا، جس کے اعضا کسی مرض کی وجہ سے گل سڑ گئے ہوں اور متعفّن ہو گئے ہوں۔

البتہ اگر اس بات کا قوی امکان ہو کہ کورونا زدہ میّت کو غسل دینے کی صورت میں ہر حال میں وائرس پھیلیں گے اور دوسرے لوگ، خاص طور پر غسل دینے والے بھی اس مرض میں مبتلا ہو جائیں گے، تو اس صورت میں اسے غسل نہیں دیا جائے گا، اور اس کے بغیر ہی اسے کفن پہنا دیا جائے گا۔ اگر کپڑے بدلنے اور کفن پہنانے میں وائرس پھیلنے کا غالب گمان ہو تو انھی کپڑوں میں، جو وہ پہنے ہوئے ہو، اس کی تدفین کر دی جائے گی۔

ایسے شخص کی نماز جنازہ ہر حال میں پڑھی جائے گی۔ بغیر نماز جنازہ پڑھے اسے دفن کرنا درست نہ ہوگا۔ جو لوگ کورونا وائرس کا شکار ہو جائیں، وہ ہر طرح کی ہم دردی اور تعاون کے مستحق ہیں۔ یہ ایک سخت آزمایش کی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین!